۶ نام دیو۔ مالی

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- افسانوی/غیر افسانوی متن میں شامل نامانوس الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات پر مشتمل فقرات سمجھ سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے علامات اوقاف کا لحاظ رکھ سکیں۔
- کسی تحریر/تقریر پر استحسانی گفت گو کر سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- کسی بھی نثر پارے/نظم میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔
- خاکہ نویسی/شخصیت نگاری (سنجیدہ، فکاہیہ) کر سکیں۔
- واحد جمع (جمع مکسر، جمع سالم) بنا سکیں اور استعمال کر سکیں۔
- تذکیر و تانیث (اسما و ضمائر) کی فہم رکھتے ہوئے زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو روز مرہ گفت گو اور تحریر و تخلیق میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

نام دیو، مقبرہ رابعہ دُرانی اورنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔ ذات کا ڈھیڑ جو بہت نیچ قوم خیال کی جاتی ہے۔ قوموں کا امتیاز مصنوعی ہے اور رفتہ رفتہ نسلی ہو گیا ہے۔ سچائی، نیکی، حسن کسی کی میراث نہیں۔ یہ خوبیاں نیچی ذات والوں میں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی اونچی ذات والوں میں

قیس ہو، کوہ کن ہو یا حالیؔ
عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا، لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً گیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذّت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں، بیگار ہے۔

اب مجھے اس سے دل چسپی ہونے لگی یہاں تک کہ بعض وقت اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھا کرتا مگر اسے کچھ خبر نہ ہوتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش اور نگہ داشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس

بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا۔ ان کو توانا اور تاناشاد دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی، بازار سے دوائیں لاتا۔ باغ کے دار وغے یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

باغوں میں رہتے رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت ہو گئی تھی۔ خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت تھی۔ ڈور ڈور سے لوگ اس کے پاس بچوں کے علاج کے لیے آتے تھے۔ وہ اپنے باغ ہی میں سے جڑی بوٹیاں لا کر بڑی شفقت اور غور سے ان کا علاج کرتا۔ کبھی کبھی دوسرے گاؤں والے بھی اسے علاج کے لیے بلا لے جاتے۔ بلا تامل چلا جاتا، مفت علاج کرتا اور کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔

وہ خود بھی بہت صاف ستھرا رہتا تھا اور ایسا ہی اپنے چمن کو بھی رکھتا۔ اس قدر پاک صاف جیسے رسوئی کا چوکا۔ کیا مجال جو کہیں گھاس پھونس یا کنکر پتھر پڑا رہے۔ روشیں با قاعدہ، تھانولے درست، سینچائی اور شاخوں کی کاٹ چھانٹ وقت پر، جھاڑنا بُہارنا صبح شام روزانہ، غرض سارے چمن کو آئینہ بنا رکھا تھا۔

باغ کے داروغہ (عبدالرحیم خاں فینسی) خود بھی بڑے کار گزار اور مستعد شخص ہیں اور دوسروں سے بھی کھینچ تان کر کام لیتے ہیں۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ ذرا بھی نگرانی میں ڈھیل ہوئی، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے یا بیڑی پینے لگے یا سائے میں جا لیٹے۔ عام طور پر انسان فطرتاً کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہم میں کچھ موروثی ہو گئی ہے لیکن نام دیو کو کبھی کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آئی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں لگا رہتا۔ نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف ہو گئے۔ جو بچ رہے وہ ایسے نڈھال اور مرجھائے ہوئے تھے جیسے دِق کے بیمار لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا تھا اور وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھو ڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا، یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی، لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

میں نے اس بے مثل کار گزاری پر اسے انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اس کا کہنا ٹھیک تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیسی ہی تنگی ترشی ہو، وہ تو ہر حال میں کرنا ہی پڑتا ہے۔

جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کو اورنگ آباد کی خوش آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال ہوا تو یہ کام ڈاکٹر سید سراج الحسن (نواب سراج یار جنگ بہادر) ناظمِ تعلیمات کو تفویض ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ذوقِ باغ بانی مشہور تھا۔ مقبرۂ رابعہ دُرانی اور اس کا باغ جو اپنی ترتیب و تعمیر کے اعتبار سے مغلیہ باغ کا بہترین نمونہ ہے، مدت سے ویران اور سنسان پڑا تھا، وحشی جان وروں کا مسکن تھا اور جھاڑ جھنکار سے پٹا پڑا تھا۔ آج ڈاکٹر صاحب کی بدولت سر سبز، شاداب اور

آباد نظر آتا ہے۔ اب دُور دُور سے لوگ اسے دیکھنے آتے اور سیر و تفریح سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو آدمی پرکھنے میں بھی کمال تھا۔ وہ نام دیو کے بڑے قدر دان تھے۔ اسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ شاہی باغ، آخر شاہی باغ تھا۔ کئی کئی نگرانِ کار اور بیسیوں مالی اور مالی بھی کیسے کیسے، ٹوکیو سے جاپانی، تہران سے ایرانی اور شام سے شامی آئے تھے۔ ان کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی اُپج تھی۔ وہ شاہی باغ کو حقیقت میں شاہی باغ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں بھی، نام دیو کا وہی رنگ تھا۔ اس نے نہ فنِ باغ کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے پاس کوئی سند یا ڈپلوما تھا البتہ کام کی دُھن تھی۔ کام سے سچا لگاؤ تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔ شاہی باغ میں بھی اسی کا کام مہاکاج رہا، دوسرے مالی لڑتے جھگڑتے، سیندھی شراب پیتے، یہ نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہ سیندھی شراب پیتا یہاں تک کہ کبھی بیڑی بھی نہ پی۔ بس یہ تھا اور اس کا کام۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے، وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلّڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا، اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔

وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جُھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ، وہ دن رات برابر کام کرتا رہا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غرور نہ تھا۔ وہ یہ باتیں جانتا ہی نہ تھا۔ اسے کسی سے بیر تھا نہ جلاپا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام آتا، آدمیوں، جان وروں، پودوں کی خدمت کرتا، لیکن اسے یہ کبھی احساس نہ ہوا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ نیکی اسی وقت تک نیکی ہے، جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔

جب کبھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ درجہ کمال تک نہ کبھی کوئی پہنچا ہے، نہ پہنچ سکتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بنتا ہے، یہ سمجھو کُندن ہو جاتا ہے۔ حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہو گی، وہ پوچھے گا تو یہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں ودیعت کی تھی اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا اور خلق اللہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا! اگر نیکی اور بڑائی کا یہ معیار ہے، تو نام دیو نیک بھی تھا اور بڑا بھی۔

تھا تو ذات کا ڈھیڑ، پر اچھّے اچھّے شریفوں سے زیادہ شریف تھا۔

(چند ہم عصر)

مولوی عبدالحق (۱۸۷۲ء۔۱۹۶۱ء)

مولوی عبدالحق ۱۹۷۲ء میں ضلع میرٹھ کے گاؤں ہاپوڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ علی حسن تھا انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور کچھ عرصہ میرٹھ میں زیر تعلیم رہے پھر ۱۸۹۴ء میں سرسید کے قائم کردہ تعلیمی ادارے ایم او کالج علی گڑھ (موجودہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ) سے بی اے پاس کیا اور پروفیسر آرنلڈ، سرسید، حالی اور شبلی جیسی علمی شخصیات سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۸۹۵ء میں حیدر آباد دکن کے ایک اسکول میں ملازمت اختیار کی اس کے بعد صدر مہتمم تعلیمات کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بعدازاں اورنگ آباد کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

مولوی صاحب نے جامعہ عثمانیہ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کا مقصد اردو زبان کو جدید علوم اور سائنس کی تعلیم کا ذریعہ بنانا تھا۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے دوسری زبانوں سے علوم و فنون کی کتابیں اردو زبان میں منتقل کرنے کے لیے انتھک کام کیا تقسیم ہند کے بعد جامعہ کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو سے منسلک ہوئے تو مرتے دم تک انجمن کی ترقی اور اردو کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ کراچی میں اردو کالج قائم کیا جس میں فنون، سائنس، تجارت اور قانون کی تعلیم اردو میں دی جاتی ہے۔ یہ کالج اب وفاقی اردو یونی ورسٹی میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب کے علمی تعلیمی، ادبی، تنقیدی اور تحقیقی کاموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے معاصر ادب کو متاثر کیا بلکہ آنے والی نئی نسل کے اسلوب پر بھی بہت گہرے اور ہمہ گیر اثرات مرتب کیے۔ ان کی تحریریں جدید اور قدیم اسلوب نگارش کا حسین سنگم ہیں۔ خلوص، سچائی، سادگی، استدلالیت، مقصدیت، شگفتگی اور جامعیت ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

ان کی تصانیف میں اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام مرحوم دلی کالج، سرسید احمد خان، حالات و افکار، افکار حالی، مقدمات عبدالحق، خطبات عبدالحق، مکتوبات عبدالحق اور چند ہم عصر شامل ہیں۔

مشق

ا۔ درج ذیل اقتباس سمجھ کر پڑھیے یہ شفاء الملک مرحوم پر لکھے ہوئے خاکے کا اقتباس ہے جسے چراغ حسن حسرت نے تحریر کیا ہے۔

حکیم صاحب کا وطن مالوف جگراؤں تھا جو ضلع لدھیانہ کا ایک قصبہ ہے۔ نوجوانی میں دلی چلے گئے اور حکیم عبدالمجید خان سے طب پڑھی پھر چند سال ان کے مطب میں طب کی عملی تعلیم حاصل کی۔ طبیعت بچپن سے شوخ تھی۔ دلی کا قیام سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

ایک دن مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک نازک اندام ہندو عورت آئی اس کا دوپٹہ گوٹے سے لپا ہوا تھا۔ حکیم عبدالمجید خان کے سامنے اور تو کچھ کہہ نہ سکتے تھے اپنے ایک ہم درس کو جو دوائیں دے رہا تھا پکار کر کہا۔

"خمیرہ گاؤزبان بہ ورق نقرہ پیچیدہ"

شاہ نصیر کے متعلق اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک عورت وسے کی رضائی اوڑھے گزری، شاہ صاحب نے فوراً کہا۔

اُودی وسے کی نہیں ہے یہ رضائی سر پر
مہ جبیں رات ہے تاروں بھری چھائی سر پر

لیکن خمیرہ گاؤزبان بہ ورق نقرہ پیچیدہ کا جواب نہیں ایک تو حکیم عبدالمجید خان جیسے باکمال کی صحبت دوسرے زبان اور محاورے کی تحقیق کا خداداد ذوق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب کی زبان بہت منجھ گئی۔ الفاظ کی تذکیر و تانیث، محاورات کا برمحل استعمال اور اہل بازار کی زبان کے فرق پر وہ بہت غور کرتے تھے۔

i۔ اقتباس پڑھ کر شفاالملک مرحوم کی شخصیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے بیان کیجیے۔ (استحسانی وتنقیدی گفتگو)

ii۔ اس نثر پارے میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

iii۔ درج بالا عبارت کو علامات / رموزِ اوقاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

۲۔ سبق 'نام دیو۔مالی' پڑھنے کے بعد انسانی کردار کے متعلق بیان کیے گئے خیالات، آرا اور رویوں کو کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اپنی رائے کو جماعت کے دیگر ساتھیوں کے سامنے پیش کریں۔

۳۔ خاکہ نگاری:

خاکہ کے لغوی معنی نقشہ یا ڈھانچہ کے ہیں۔ خاکہ ایک ایسی غیر افسانوی صنف ہے جس میں کسی شخص کی شخصیت اور زندگی کے حقیقی خدوخال اور پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کر کے تحریر کیا جاتا ہے کہ ایک دلچسپ انداز میں ایک جیتی جاگتی شخصیت کے افکار و خیالات خوبیوں اور خامیوں کی تصویر کشی ہو جائے۔ خاکہ نگار کسی شخصیت سے متعلق اہم حالات واقعات، اس کی منفرد خصوصیات، مزاج عادات واطوار، حلیہ، لباس اور رہن سہن کو اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ اس انسان کی پوری شخصیت، جیتی جاگتی چلتی پھرتی قاری کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔

❖ **اپنے کسی گہرے دوست کی عادات واطوار، مشاغل، ذاتی پسند ناپسند کو پیش نظر رکھ کر اس کی شخصیت کا خاکہ (سنجیدہ/فکاہیہ) تحریر کریں۔**

۴۔ واحد جمع (جمع مکسر اور جمع سالم) یا جمع الجمع:

وہ لفظ جو فقط ایک شخص، شے یا جگہ کے لیے استعمال ہو۔ واحد کہلاتا ہے۔

مثلاً: امیر۔ اخبار۔ مسجد وغیرہ، واحد کہلاتا ہے۔

وہ لفظ جو ایک سے زیادہ اشخاص، اشیا یا جگہوں کے لیے استعمال ہو "جمع" کہلاتا ہے۔ مثلاً امرا، اخبارات، مساجد وغیرہ

جمع کی صورتیں

جمع کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

جمع مکسر، جمع سالم، تثنیہ، جمع الجمع

جمع مکسر: واحد سے جمع بناتے ہوئے واحد کی صورت بالکل بدل جائے تو اسے جمع مکسر کہتے ہیں۔ مثلاً: تجویز سے تجاویز، منظر سے مناظر وغیرہ

جمع سالم: واحد سے جمع بناتے وقت واحد کے حروف میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہو تو اسے جمع سالم کہیں گے۔ مثلاً: ماہر سے ماہرین، مجاہد سے مجاہدین وغیرہ۔

تثنیہ: عربی زبان میں دو چیزوں کے لیے جمع کی ایک الگ صورت استعمال کی جاتی ہے، اسے تثنیہ کہتے ہیں۔ مثلاً: والد سے والدین، عید سے عیدین وغیرہ

جمع الجمع: کسی واحد سے جمع کی جمع کو "جمع الجمع" کہتے ہیں۔

مثلاً: خبر سے اخبار، اخبار سے اخبارات، لقب سے القاب، القاب سے القابات۔

❖ **مندرجہ ذیل الفاظ کے جمع لکھیں۔ (جمع مکسر جمع سالم اور تثنیہ) اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔**

حاضر، احسان، امام، مضمون، سید، قطب، دار، شجر، محاورہ

❖ **درج ذیل واحد کی جمع اور جمع الجمع لکھیں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔**

نادر نور دو اکبر وجہ

۵۔ تذکیر و تانیث (اسما اور ضمائر): تذکیر و تانیث

تذکیر و تانیث کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور غیر حقیقی

حقیقی تذکیر و تانیث میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں یعنی نر (مذکر)، مادہ (مؤنث)

یہ تذکیر و تانیث جان داروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس کی پہچان اور تمیز آسان ہے۔

بے جان چیزوں میں تذکیر و تانیث کوئی شے نہیں۔ یعنی ان میں نر اور مادہ کا تصور موجود نہیں ہے۔

❖ **جملے بنا کر الفاظ کی تذکیر و تانیث واضح کریں۔**

بندرگاہ، مٹھاس، مہک، بوستان، دیوان غالب، لوہا، نانگا پربت، کٹیا، چولہا

۶۔ مقولہ، ضرب المثل، محاورہ اور روزمرہ کی وضاحت

i۔ مقولہ: کسی کی کہی ہوئی بات کو انھی الفاظ میں بیان کرنے کو مقولہ کہا جاتا ہے۔ جیسے والد صاحب نے کہا کہ "محنت کرو گے تو کامیابی حاصل کرو گے۔" اگر کسی کے قول کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے تو وہ مقولہ کہلائے گا۔

ii۔ ضرب المثل: یہ ایک مکمل جملہ ہوتا ہے اور کسی واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالہ انداز ہے جس سے گفتگو اور کلام میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ جیسے: انگور کھٹے ہیں۔

iii۔ محاورہ: دو یا دو سے زائد الفاظ جو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں محاورہ کہلاتا ہے۔ مثلاً: آنکھیں دکھانا، آسمان سے باتیں کرنا۔

iv۔ روزمرہ: دو یا دو سے الفاظ کا مجموعہ جو اہلِ زبان کی بول چال کے مطابق حقیقی معنوں میں استعمال ہو۔ مثلاً: بھارت آئے دن کشمیریوں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ اس جملے میں آئے دن، درست روزمرہ ہے۔ اگر اس کی جگہ "آئے روز"، لکھیں گے تو غلط ہوگا۔ اسی طرح روز بہ روز، پانچ سات وغیرہ۔

۷۔ 'نام دیو۔ مالی' سبق کے متن میں استعمال ہونے والے نامانوس الفاظ (جلاپا، جھلڑ، ڈھیٹر، سینڈھی وغیرہ)، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات (رفتہ رفتہ، ہمہ تن مصروف ہونا، خبر نہ ہونا، روگ پیدا ہونا، پروان چڑھنا، قیس، کوہ کن، پودے، پیڑ، پرورش، نگہ داشت، توانا، ٹانٹا، اس قدر پاک جیسے رسوئی کا چوکا، جھاڑنا بُہارنا، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنا، نڈھال اور مرجھائے ہوئے،، ویران اور سنسان، سرسبز و شاداب، آپ کاج مہا کاج، مکھیوں کا غضب ناک جھلڑ، سادہ مزاج بھولا بھالا) پر مشتمل فقرات کو سمجھ کر پڑھ سکیں۔

سرگرمی

ا۔ اس خاکے میں مولوی عبدالحق انسانی عظمت جیسے موضوع کو زیر بحث لائے ہیں جس کی نمائندگی "نام دیو مالی" کا کردار کر رہا ہے۔ مختلف طلبہ نام دیو کے کردار کو سامنے رکھ کر موضوع کی شناخت کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو خاکہ لکھنے میں مدد کیجیے انھیں بتائیں کہ پہلے شخصیت کا تعارف کروائیں پھر خصوصیات مثلاً عمر، حلیہ وغیرہ بتائیں اس کے بعد مختلف عادات و خصائل بیان کیجیے۔
- مضمون لکھنے کے لیے طلبہ کو انسائیکلوپیڈیا، متعلقہ موضوع پر کتب اور انٹرنیٹ کی مدد سے دیگر حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے میں مدد کریں۔